کربلا: درس انسانیت

پروفیسر شاہ وسیم
شعبہ کامرس علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

یہ وہ وقت ہے جب تعلیمات اسلامی کی ایک منصوبہ بند طریقہ سے کھلم کھلا خلاف ورزی کی جارہی تھی۔ حالات اس موڑ پر آچکے تھے جہاں سیدھے سادھے امن پسند لوگوں کے جان ومال کو خطرہ لاحق تھا۔ زندگی ہراساں اور پریشان نظر آرہی تھی۔ ظلم واستبداد کا ایک سیل رواں تھا جو امنڈ تا ہی چلا جارہا تھا۔ ظلم وجور کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ تیرگی بڑھتی ہی چلی جاتی تھی۔ ظالم اور بدشعار من مانی کررہے تھے۔ بے گناہ اور بے قصور لوگ ظلم وستم کا نشانہ بن رہے تھے۔ عوام الناس اور کمزور اور بے سہارا لوگوں کا استحصال ہورہا تھا۔ لوگوں کو ان کے حقوق سے محروم کیا جارہا تھا۔ رقص وسرود کی محفلیں درباری ثقافت کا حصہ بن گئی تھیں۔ ہوا اور ہوس کا غلبہ تھا۔ معاشرہ کی بنیادیں ہل چکی تھیں۔ تمام ترکوشش اس بات پر صرف ہورہی تھیں کہ اپنے مفادات کی خاطر اسلام کو اس کے محور سے ہٹا کر پیش کیا جائے تاکہ ملوکیت پروان چڑھتی رہے۔

یہ وہ وقت تھا جب دمشق کے تخت پر یزید بیٹھا تھا۔ وہ یزید جس کے لئے اے۔ جے۔ آربری "صوفی ازم" پر لکھی اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"روحانی اقتدار کو اکھاڑ پھینک دیا گیا (تھا) اور دنیوی خواہشات پر حکومت کی بنیاد رکھی گئی تھی" (۱)

یزید وہ تھا جس کو مسلمانوں بلکہ تمام شہریوں کی گردنوں پر مسلط کردیا گیا تھا۔ وہ بدمست' پکا شرابی تھا' تنبورہ بجاتا تھا اور کتوں سے کھیلتا تھا۔ علامہ راشد الخیری اپنی تصنیف "سیدہ کا لال" میں کہتے ہیں کہ

"تخت نشینی کے بعد وہ (یزید) اس کثرت سے شراب پینے لگا کہ کوئی لمحہ خالی نہ جاتا۔ اور جن عورتوں سے قرآن نے نکاح کی ممانعت کی ہے ان سے نکاح جائز سمجھتا"

ایسے میں عوام پر کیا اثرات مرتب ہوں گے' تاریخ الفخری کے مؤلف سے پوچھئے۔ وہ رقم

طراز ہیں کہ "یزید کے دور حکومت میں بازاروں میں ناچ گانے کا زور ہو گیا اور کھلم کھلا شراب پی جانے لگی۔ اس لئے کہ خود بادشاہ شراب کا متوالا تھا اور... دوشیزاؤں کے جھرمٹ میں رہتا تھا۔" عیش عشرت ایک مہنگا طرز عمل ہے۔ زندگی کو محور سے ہٹا دیتا ہے۔ انسان اپنا مقصد حیات کھو بیٹھتا ہے۔ عیش و عشرت کے لئے تمام تر وسائل کہاں سے مہیا ہوتے بجز اس کے کہ "اس (یزید) کے عمال حکومت عوام سے زبردستی خراج وصولتے تھے اور وہ محل میں پلے ہوئے سیکڑوں بندروں اور کتوں کو چاندی کے زیور اور ریشم کے کپڑے پہنواتا تھا" (جارج جرداق)

اسلام پر یہ کیسا وقت پڑا تھا؟ یہ کیا ہو گیا تھا؟

ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا ہے کہ معلم و رہبر انسانیت مرسل اعظم، خاتم المرسلین رحمۃ العالمین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ دین کر کے، الیوم اکملت لکم دینکم کی سند لے کر گئے ہیں۔ انسانیت کو سربلند رہنے اور ایمان و عمل پر کاربند رہ کر کامیاب زندگی گذارنے کے راستے دکھلائے ہیں گئیں ہیں اور وہ بھی اس اعلان کے ساتھ کہ ان اکرمکم عند الله اتقاکم۔ لیکن پھر کیا ہوا؟ اور یہ کیا ہو رہا ہے۔؟

زہد و تقویٰ کو کیا ہو گیا تھا؟ یہ گوشہ نشینی کیوں تھا؟

تاریخ اسلام، تعلیمات قرآن اور فرمان رسولؐ پر نظر کیجئے اور پھر فیصلے کیجئے کہ فرمانروائی کس کا حق تھا؟ کیا یہ اس کا حق نہ تھا جو قرآن کی زبان میں اولی الامر منکم کا مصداق تھا؟ صادق تھا، امام وقت تھا۔ جس کو میرے نبیؐ نے یہ کہکر پہچنوایا تھا: ھذا حسین فعارفوا۔"

زمانہ اس وقت خاموش تھا۔ صعوبتوں کا شکار تھکا ہارا۔ باد سموم کیا سے کیا کر رہی تھی؟۔ تاریخ اسلام مخلوں، پرخطر راہوں اور موڑوں اور سنگلاخ وادیوں سے گذاری جا رہی تھی۔ کاش! آخری نبیؐ کا ابدی پیغام ویسا ہی بروئے کار رہنے دیا جاتا جیسا وہ پہونچا گئے تھے۔ ایسے ہی میں عوام و خواص کی کیا ذمہ داری تھا؟ سورہ و العصر آواز دے رہا تھا۔

لیکن اے دین محمدؐ نہ گھبرا! ایسے میں ایک نواسہ رسول آگے آئے گا۔ دین کی استقامت کے لئے پیغام خدا اور رسولؐ کو جاری و ساری کرنے کے لئے یزید کو للکارنے کے لئے: اے باطل پرست

تو جھوٹا ہے۔ قرآن و وحی کی تکذیب کرنے والا ہے تو تو شجر اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتا ہے۔ مسلمانوں کو، عام انسانوں کو دھوکہ نہ دے۔ اذان و نماز برپا بھی کرے تو روح اذان کہاں ہے؟ پیام نماز کہاں ہے؟ یہ وہ ہے جو کربلا میں روز عاشورہ ۶۱ھ انصاران باوفا' اعزاء واقرباء اور اولادوں کے لاشہ صبر و شکر کے ساتھ اٹھائے گا' دین محمدیؐ استقامت کے لئے اور یہ اعلان بھی کرے گا۔

اے دین محمدؐ اگر تیری استقامت اسی میں ہے تو اے شام کی خون آشام تلوارو! اور میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ ایسے میں فقط حسینؑ ہی نہیں بلکہ ان کے سبھی جانثار صبر کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ اور ساتھ ہی شکر بھی کر رہے تھے۔ بقول سید جعفر حسین منظر لکھنوی:

شہیدان وفا کے حوصلے تھے داد کے قبل
وہاں پر شکر کرتے تھے جہاں پر صبر مشکل تھا۔

(۲)

اپنی اس حکومت کو مستحکم کرنے کی غرض سے طاقت و حکومت میں بدمست یزید، حسینؑ سے طلبگار بیعت ہوا۔ اس حسینؑ سے جو وارث محمدؐ تھے، علیؑ اور فاطمہؑ کے بیٹے تھے، جن کے سینے میں اپنے باپ کا دل دھڑک رہا تھا۔ جن کے بھائی حسنؑ تھے۔ وہ بھلا ایک فاسق و فاجر کی بیعت کیسے کر سکتے تھے؟ وہ امام وقت تھے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین نے سوال ہے کہ "حسینؑ جن کی رگوں میں علیؑ' فاطمہؑ اور محمدؐ کا خون تھا' جو خدا سے ڈرنے والے تھے اور حق کے علمبردار تھے۔ وہ کس طرح سچ اور جھوٹ کو ایک پلڑے میں رکھ سکتے تھے"؟!

ولید بن عتبہ کے ذریعہ کی طرف سے سوال بیعت کے بعد حسینؑ نے مدینہ چھوڑا' مکہ کا رخ کیا' لیکن یہ سننے کے بعد کہ حاجیوں کے بھیس میں قاتل آچکے ہیں' حج کو عمرہ میں تبدیل کیا۔ وارث کعبہ کو اس کی حرمت کا خیال تھا۔ مکہ سے نکل کر حسینؑ اپنے قافلے کے ساتھ اپنی منزل (کوفہ) کی طرف روانہ ہوئے۔ گھیر کر کربلا لائے گئے۔ خیام فرات کنارے کی نصب ہوئے مگر ہٹادئے گئے۔ ساتویں محرم ۶۱ھ سے پانی بند ہو گیا۔ خیام سے بچوں کی العطش العطش کی آوازیں آنے لگیں۔ وقت گذرا شب عاشورا نمودار ہوئی۔ حسینؑ اور ان کے ساتھیوں نے یہ شب عبادت میں بسر کی۔ اسی شب میں حسینؑ نے اپنی بیعت ہٹا کر سب کو ساتھ چھوڑنے کی اجازت دی اور اس طرح آزادی کا اور حریت

ضمیر انسانی کا دنیا کو سبق پڑھایا۔ اعزاء اقرباء اولادوں اور انصاران باوفا نے یہ کہہ کر ساتھ نہ چھوڑا کہ تف ایسی زندگی پر جو آپ کے بعد جی جائے۔

در حقیقت حسینؑ کا پیغام بالکل واضح تھا۔ بقول فیض احمد فیض:

طالب ہیں اگر ہم تو فقط حق کے طلبگار
باطل کے مقابل میں صداقت کے پرستار
انصاف کے نیکی کے مروت کے طرفدار
ظالم کے مخالف ہیں تو بیکس کے مددگار
جو ظلم پہ لعنت نہ کرے' آپ لعین ہے
جو جبر کا منکر نہیں' وہ منکرِ دیں ہے

صبح عاشور نمودار ہوئی۔ قربانی کا دفتر کھل گیا۔ انصاران باوفا اعزاء اور اقرباء و اولادوں نے سر کٹائے اور اللہ رسولؐ اور دین کی برتری کا اعلان کیا۔ حسینؑ شہید ہوئے۔ سر حسینؑ نے نوک نیزہ پہ سورہ کہف کی تلاوت کی۔ خیام میں آگ لگادی گئی۔ مصائب توڑے گئے۔ حق کا ذکر بابا فرید گنج شکر اس طرح کرتے ہیں:

اے نظام الدین! تم جانتے ہو کہ عاشورا کے دن (دس محرم) پیغمبرؐ خدا کے کنبہ پر کیسے کیسے مصائب ٹوٹے' ان کے لخت جگر گوشوں کو کس بے دردی سے قتل کر دیا گیے۔ ظالموں نے انھیں پیاسا مارڈالا۔ حیف ان سنگ دلوں پر' حیف ان کافروں پر' حیف روز جزاء سے غافل رہنے والوں' حیف ان بد نصیبوں پر' ان ظالموں پر۔ ان کو معلوم تھا کہ یہ بچے زمین و آسمان کے بادشاہ کے بچے ہیں' یہ جانتے ہوئے بھی انھوں نے ان سب کو بے رحمی سے مارڈالا' ان کے گھر تاراج کرڈالے' انھیں برباد کرڈالا۔"[۲]

(۳)

مولانا ابوالکلام آزاد کہتے ہیں کہ "فی الحقیقت..." سید الشہداء حضرت امام حسینؑ علیہ السلام اور ان کے جانثاروں کی قربانی "حق و صداقت' آزادی و حریت' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک عظیم الشان قربانی تھی۔ (جو) صرف اس لئے ہوئی تاکہ پیروان اسلام کے لئے ایک اسوۂ حسنہ پیش کرے اور اس طرح جہاد و حق و عدالت اور ثبات و استقامت کے ہمیشہ کر لئے ایک کامل ترین مثال قائم

رہے۔ پس جو بے خبر ہیں۔ان کو رونا چاہئے۔ان لم تبکو کوا فتبا‌کو اور جو روتے ہیں ان کو صرف رونے پر ہی اکتفانہ کرنا چاہئے۔ان کے لئے سید الشہداء نے اپنی قربانی کا ایک اسوۂ حسنہ پیش کر دیا ہے اور کسی روح کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ محبت حسینؑ کی مدعی ہو، جب تک اسوۂ حسنہ کی مطابقت کا اپنے اعمال کے اندر ثبوت نہ دے۔"[۳]

ممتاز حسین جونپوری کربلا والوں کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں: "حقیقتاً واقعہ کربلا ایک بہترین اخلاقی وسیاسی اور روحانی زندگی کا عملی پروگرام ہے۔اس کا تعلق ہندو، مسلمان عیسائی اور ہر انسان سے ہے۔ دنیا میں مختلف مذاہب اور قوم کی ہدایت کے لئے کتابیں نازل ہو چکی تھیں۔ نبی... دنیا میں آچکے تھے اور زندگی کا دستور العمل بتایا جا چکا تھا۔ مگر پھر بھی عمل کا مؤثر طریقہ اختیار کرنے والے اور اس کے تعلیم کا دلنشیں عنوان معلوم کرنے کے لئے دنیا کی روح کو بڑی الجھن اور اس میں بڑی گتھی یزید کی عیارانہ اور انسانیت سوز زندگی نے پیدا کر رکھی تھی۔اس لئے خدا کے سچے عاشق اور بنی نوع انسان کے بہترین دل سوز اور ہمدرد امام حسینؑ اپنے کنبے اور چنے ہوئے عزیزوں اور دوستوں کو جن پر پورا پورا بھروسہ تھا، لے کر کربلا کے میدان میں آگئے ۔ حق و باطل ۔ کفر و اسلام' سرمایہ پرستی اور مزدوری' حریت اور جبر و ظلم وغیرہ کی ہمیشہ کے لئے ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ جس کی کامیابی کا راز جان و مال کی قربانی میں مضمر ہے۔اس طرح حسینؑ نے اپنے عمل سے حق و صداقت کو ایک دوامی زندگی بخشی اور ایسا نیا اور پُراثر طریقہ نکالا کہ انسانی عقل و خیال اور طاقت جن کی تمام دنیا پر حکومت ہے۔اس سے بہتر طریق عمل ایجاد کرنے اور سمجھنے سے قاصر ہے۔"[۴]

کربلا میں ظلم واستبداد اپنی حدوں سے بھی تجاوز کر گیا تھا، لیکن صبر حسینؑ اس سے بالاتر تھا۔ یزید مورچہ تو جیت گیا لیکن جنگ ہار گیا۔اموی سیاست پر کربلا نے ایک ضرب کاری لگائی اور ماضی' حال اور مستقبل کا احاطہ کئے ہوئے' اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بے نقاب اور رسوا کر دیا۔اس سلسلے میں علامہ اقبال نے اپنے مخصوص انداز میں خراج عقیدت پر مبنی درج ذیل اشعار پیش کئے ہیں۔

تا قیامت قطع استبداد کرد　　موج خونِ او چمن ایجاد کرد

بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است　　پس بنائے لاالہ گردیدہ است

خوں او تفسیر ایں اسرار کرد ملت خوابیدہ را بیدار کرد
نقش الا اللہ بر صحرا نوشت سطر عنوان نجات مانوشت

فریڈرک جے۔ کولڈ امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ کو نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتا ہے:

''اگر میں نوجوان ایشیا' افریقہ' آسٹریلیا' مشرق وسطیٰ امریکہ اور یورپ کو عراق کے میدان میں جمع کر سکوں اور اگر حسینؑ اور عباسؑ کے روضوں کے روبرو کھڑا ہو سکوں اور اگر میری زباں اور لب ولہجہ سب لوگ سمجھ سکیں تو میں حسینؑ کی زندگی اور موت کے اندرونی پیغام کے متعلق گفتگو کروں گا۔ حسینؑ انسانیت کاملہ کا بہترین نمونہ تھے۔ جب کہ وہ ریگستان میں 'دریاؤں میں 'نفرت اور بے رحمی کی تاریک کھائیوں میں انس وہمدردی کی دعوت دے رہے تھے۔ ان کی عملی زندگی میرے نزدیک ایسی ضرب المثل ہے جو عالمگیر معنیٰ رکھتی ہے''

امام حسین علیہ اسلام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مہاتما گاندھی نے کہا ہے کہ '' حسینؑ اور ان کے گنے چنے ساتھیوں نے ظلم اور بے انصافی کے سامنے سر نہیں جھکایا اس وقت وہ جانتے تھے کہ انھیں موت ہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر وہ سر جھکادیتے تو انسانیت رسوا ہو جاتی، ان کا مذہب اور عقیدہ مٹ جاتا۔ اس لئے انھوں نے موت کا استقبال کیا۔ حسینؑ نے اپنی نگاہوں کے سامنے اپنے بیٹے اور بھتیجے کو ذبح ہوتے دیکھا۔ ان کے ساتھیوں نے تشنگی کو ترجیح دی لیکن جس نظام کو وہ بے انصافی اور ظلم قرار دیتے تھے] اس کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ میرا یقین ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں اپنے درویشوں کی قربانیوں سے پھیلا ہے۔''

اور بقول رادھا کرشنن (صدر جمہوریہ ہند) ''امام حسینؑ نے اپنی قربانیوں اور ایثار سے دنیا پر ثابت کر دیا کہ دنیا میں حق وانصاف کو زندہ اور پائندہ رکھنے کے لئے ہتھیاروں اور فوجوں کے بجائے جانوں کی قربانی پیش کر کے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ امام حسینؑ نے ہمیں بتادیا کہ حق وصداقت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔''

کربلا کا پیغام حق ہے۔ یہ ایک دائمی پیغام ہے ان پیروان حق کے لئے جنھیں ظلم واستبداد سے نفرت ہے' عدل وانصاف جن کا شیوہ ہے۔ زمان ومکان کے فاصلے حائل ہیں لیکن کربلا آج بھی ہر

مظلوم کے درد کا درماں ہے۔"واقعات کربلا سے عملی سبق ملتا ہے کہ کیسے آپس میں ملنا چاہئے اقلیت اکثریت کو کیسے دبا سکتی ہے۔'عزیزوں کے کیا حقوق ہیں؟ دوست کی کیا صفت ہے؟ ظلم کیا ہے ؟ اور انصاف کسے کہتے ہیں؟ صبر و وفا' حلم' خلق' حفظ مراتب 'ایثار' خداشناسی 'اطاعت وغیرہ کا ایک خاکہ کھینچتے ہوئے اسی سرچشمہ ابدی اور عشق کے سمندر میں حسینؑ جاکر مل گئے۔۵

سچ ہے کہ" قربانی وشہادت کا یہ واقعہ اسلامی دنیا میں ایک انقلاب لایا۔اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا موجب بنا'اسلامی عقاید'اخلاق و وفاداری' صبر تحمل' خیال وفکر کی آزادی اور خدا میں اعتقاد وایقان کو اس واقعہ نے نئی زندگی اور نئی توانائی دی۔"۶

واقعہ کربلا سیاسی' سماجی' ثقافتی اور معاشی اثرات کا احاطہ کئے ہوئے ادب پر بھی بطور استعارہ اثر انداز ہوا ہے۔ ممتاز حسین جونپوری نے ۱۹۱۶ میں ایک بڑا کارنامہ انجام دیا جب انھوں نے مشرقی زندگی اور مشرقی ادب پر واقعہ کربلا کے اثرات کو شیعہ کالج کے اخبار سرفراز کے محرم نمبر میں اپنے مضمون (اور بعد میں اپنی کتاب"خون شہیدان") میں واضح کیا تھا۔"

مسلم ہو یا غیر مسلم سبھی لوگ جن کو عدل وانصاف سے محبت ہے، جو حق وانسانیت کی بات کرتے ہیں۔'بارگاہ حسینؑ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔بقول مہدی نظمی مرحوم۔

در حسینؑ پہ ملتے ہیں ہر خیال کے لوگ
یہ اتحاد کا مرکز ہے آدمی کے لئے

حوالے:

۱۔صوفی ازم، آر، جے، بری صفحہ ۳۲
۲۔ مجموعہ ملفوظات، راحت القلوب' صفحہ ۲۲۲
۳۔ تاریخ جنگ کربلا۔ سیدنا امام حسین علیہ السلام:اسوۂ حسنیٰ تاج پبلیشرز، دہلی ۱۹۲۷' صفحہ ۶۴
۴۔ خون شہیداں' نظامی پریس 'لکھنو ۱۹۴۲' صفحات ۱۸۔۱۹
۵۔ ایضاً
۶۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔

☆☆☆